Al-Mahdi Research Journal (MRJ)

Vol 5 Issue 4 (April-June 2024)

HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y

ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Fear in the short stories of Intizār Hussaīn

انتظار حسین کے افسانوں میں خوف کی معنویت

Sidra Sabir
PhD Research Scholar Institute of Language and Literature, Punjab University,
sidrasabir80@gmail.com

Abstract:

Intizar Hussain is an eternal Fictionist of Urdu Literature. In his writings, the question of history, civility, and human subsistence is of great importance. In this essay, we will see how he has used the fear factor in his famous historical stories. Horror has played a great role in the formation of stories in his fiction. This Fear has created specific meaning in his fiction. The fright of the future and the feeling of having no direction has created a distinguished air in his Historical fiction. This is the collective fear that is giving several colors to his writings. The loss of the past after partition and loss of memory also indulged the characters in fear. Nevertheless, Intizar Hussain has skillfully used this fear to make his fictional stories memorable.

Keywords: Intizār Hussain, Fear, Urdu literature, Symbolism

انتظار حسین کا افسانوی ادب اپنی تاریخیت اور اساطیری فضا کی بنا پر مختلف ادبی حلقوں کے لیے یکساں قابل قبول ہے۔ انھوں نے اب تک اپنے افسانوں میں بیشتر مقامات پر دہرانے کی کیفیت پیدا نہیں ہونے دی البتہ ان کے اب تک کے تمام مجموعوں میں نقادوں کو آغاز ہی سے ایک موضوعاتی ہم آہنگی دکھائی دی۔ عمر میمن اور سلیم الرحمان صاحب کے خیال میں انھوں نے ابتدائی مجموعوں میں حیران کن طور پر اس ہم آہنگی کو برقرار رکھا ہے۔ البتہ قیام پاکستان کے بعد ان کے افسانوں کا مزاج تبدیل ہوتا گیا۔ ماضی پسندی اور ناسٹلجیائی طرز کا احساس ان کے ہر مجموعے میں نمایاں رہا ہے۔ انتظار صاحب نے ناول لکھے اور تراجم بھی کیے، تنقیدی مضامین اور ان کے انٹرویوز بھی خصوصی حوالوں سے اہم ہیں۔ ان کا مضامین نما سفر نامہ "زمین اور فلک اور" بھی یادداشت اور ماضی پسندی پر بنیاد رکھتا ہے۔ یہ بھارت میں قیام اور سفر کی روداد ہے البتہ یہاں قدم قدم پر انتظار صاحب ماضی میں جکڑے جاتے ہیں اور اسی ناسٹلجیائی کیفیت میں الجھے رہتے ہیں۔ یہ سفر نامہ قاری کو احساس دلاتا ہے کہ متحدہ تہذیبی اثاثوں کی تقسیم کیا کسی طور ممکن ہے؟ اور اگر نا ممکن ہے تو یوں زمین کے تقسیم ہونے نے انسانی دلوں میں کیسی کیسی بے قراریاں پیدا کی ہیں۔

انتظار صاحب کی تاریخی کہانیوں میں صرف حاصل کا سوال ہی اہم نہیں ہے، نہ ہی یہ سوال کہ اس تقسیم نے ہمارے مشترکہ تہذیبی اثاثوں کو کس طور بکھیر دیا ہے بلکہ یہ کہانیاں تقسیم سے گزرنے والوں کی کیفیات اور احساسات کا آئینہ بھی ہیں۔ ایسی کہانیوں میں فراد قصہ جن کیفیات سے دوچار ہوتے ہیں یہ اپنے طور پر افسانے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کر رہی ہوتی ہیں۔ کہانی اصل میں چند کرداروں کی کیفیات اور کسی وقوعے پر ان کے رد عمل کا اظہار اور بیانیہ ہے۔ انھی کیفیات کی بنا پر قاری کا کسی تحریر سے ایک رشتہ قائم ہوتا ہے جو تفہیم کا عمل ممکن بناتا ہے۔ انسان کے جذبات اور احساسات کی کئی سطحیں ہیں۔ بنیادی انسانی جذبات کی بات کی جائے تو یہ چھ ہیں: خوشی، غم، خوف، غصہ، حیرت اور حقارت۔ ان جذبات سے مزید کئی جذبے جنم لیتے ہیں اور ہر جذبہ ایک مختلف سطح پر اپنا اظہار کرتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انتظار حسین کے ہاں خوف کے جذبے سے کہانی کی تشکیل میں بہت کام لیا گیا ہے۔ ان کے افسانوں میں خوف وسیع معنویت کا حامل ہے۔ خوف اگرچہ پسندیدہ انسانی جذبات میں شمار نہیں کیا جا سکتا تاہم امر واقعہ یہ ہے کہ یہ ہماری انسانی زندگی کا بعض صورتوں میں حصہ بن جاتا ہے۔ خوف کی تعبیر 'ناپسندیدہ جذبے، نقصان اور درد کے خیال' سے کی گئی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں خوف کا معنی لکھی گیا ہے:

"An unpleasant emotion caused by being aware of danger".1

اس لفظ کی مزید وضاحت میں کیمبرج ڈکشنری میں درج ہے:

"An unpleasant emotion or thought that you have when you are frightened or worried by something dangerous, painful, or bad that is happening or might happen".2

CC BY

عمومی مشاہدہ بتاتا ہے کہ عام انسانی زندگی میں ہم خوف سے بڑے کام لیتے ہیں۔ ماں بچے کو تہذیب سکھانے کے لیے اسے ڈراتی اور خوف دلاتی ہے۔ اساتذہ طلبا کی تربیت کے دوران یہی حربہ استعمال کرتے ہیں۔ سرمایہ دار اپنے ماتحتوں کو بے روزگاری کا خوف دلا کر انھیں اپنا سرمایہ بڑھانے کے کام میں لاتا ہے۔ سیاست دان بھی عوام کو مختلف طرح کے خوف دلا کر انھیں قابو میں رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ مذہب میں بھی سزا کا تصور اصل میں خوف دلا کر اخلاق و عبادات سکھانے سے عبارت ہے۔ عمومی اخلاقیات میں مکافات عمل کا تصور بھی خوف کا پہلو رکھتا ہے۔ یہ سب ایسے خوف ہیں جو ہماری نارمل زندگی کا حصہ ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا کچھ پہلو خوف کے صحت مندانہ پہلو ہیں۔ اس کے علاوہ خوف کی کئی اور قسمیں بھی ہیں جیسا کہ بلندی، پہاڑوں، پانی، سانپ، اندھیرے وغیرہ سے ڈرنا، یہ طبعی خوف ہیں۔ شکست کا خوف بھی کچھ لوگوں کو ہوتا ہے جو انسانی رویوں میں ناہمواری (ابنار ملیٹی) پیدا کرتا ہے۔ یہاں جس خوف کی بات ہو رہی ہے وہ خوف اجتماعی خوف ہے یعنی پورے سماج کے لوگ اس خوف میں مبتلا ہیں۔ یہ خوف اس خیال سے پیدا ہوا ہے کہ آئندہ کیا ہوگا؟ مستقبل کے متعلق کچھ سجھائی نہیں دے رہا تو یہ خوف پیدا ہوا ہے۔ کچھ افسانوں میں بے سمتی اور رائیگانی کے احساس نے خوف پیدا کیا ہے۔

چند افسانوں میں زبان بندی کا خوف ہے اور بہت ہی کم افسانوں میں زمانی تحلیل نے خوف کی فضا جنم دی ہے۔ بہر حال ان کہانیوں میں خوف سے کہانی کی تشکیل اور تکمیل میں مدد لے کر انتظار حسین نے لازوال افسانے لکھے ہیں۔ ان افسانوں میں 'شرم الحرم'، 'سیڑھیاں'، 'کایاکلپ'، 'شہر افسوس'، 'رات'، 'دیوار'، 'وہ جو کھوئے گئے'، 'اندھی گلی'، 'سفر منزل شب' اور 'کانا دجال' شامل ہیں۔ ان افسانوں کو بھی دو حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم ان افسانوں کی ہے جو تاریخی اور طبع زاد ہیں اور یہاں خوف کسی بیماری کی صورت میں نہیں بلکہ واقعے کے اثر کے طور پر افسانے میں شامل ہوا ہے۔ دوسری قسم ان افسانوں کی ہے جو داستان یا اساطیر اور جاتکوں وغیرہ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ یہاں خوف ماخوذ واقعے ہی کا ایک جزو ہے۔

انتظار حسین کے ہاں زمانی تحلیل پر بنی گئی کہانیاں ہیں۔ وہ کہانیاں جو اس تصور پر بنی گئی ہیں کہ کرداروں کو زمانوں میں گم کر دیا جائے۔ اس گم شدگی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان افراد کا ماضی کھو گیا ہے۔ انتظار حسین کی کچھ کہانیاں صرف اسی صورت سمجھی جا سکتی ہیں جب زمانی تقسیم کا عمومی تصور ذہن میں نہ رہے۔ "شہر افسوس" اور "وہ جو کھوئے گئے" اسی طرح پڑھی جا سکتی ہیں۔ یہ کہانیاں زمان کے کسی ایک نکتے پر نہیں لکھی گئیں۔ یہ اجتماعی طور پر مسلم امہ کے اجتماعی تخیل اور حافظے پر بنیاد رکھتی ہیں۔ کہانی نوحے کی ایک شکل ہے۔ انتظار صاحب اصل میں دکھانا چاہتے ہیں کہ جب اجتماعی حافظہ اور ماضی گم ہو جاتا ہے تو انسان کا وجود اور شناخت بھی گم ہو جاتی ہے۔ قیام پاکستان نے کم از کم دو نسلوں سے ان کا اجتماعی حافظہ اور یادداشت چھین لی، لہٰذا انتظار حسین نے اسلام کی تاریخ کی دوسری، ماقبل ہجرتیں بھی یاد کیں اور ان سب کا اجتماعی غم اپنے کرداروں میں سمو دیا۔ لہٰذا بہت سے کردار گم نام، بے نام، گھر اور زمین سے اور ان کی یاد سے محروم دکھائے گئے ہیں۔ "وہ جو کھوئے گئے" افسانہ کئی بے نام کرداروں کا ہے۔ یہ کردار نام، مقام اور وقت کا شعور بھی کھو چکے ہیں اور افسوس ان کا مقدر ہے۔ بار بار وسوسوں میں پڑ جاتے ہیں اور اپنے ہونے نہ ہونے کا وہم رکھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کردار شعور اور لاشعور کے مابین ہیں۔ یہ کہانی وسوسے اور یقین کے بین بین کوئی شے ہے۔ کردار یاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ ظرناطہ، جہاں آباد، بیت المقدس، کس جگہ سے نکلے تھے اور کیوں؟ مصنف نے ان تینوں مقامات کا نام لے کر اصل میں اسلام کی تاریخی ہجرتیں اس سفر سے منسوب کر دی ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ کردار اپنے مکالموں میں / Logical Reasoning منطق سے بھی کام لے رہے ہیں پھر انھیں اپنا سفر، سفر کا مدعا اور مقام سفر کیوں یاد نہیں آ رہا؟ یہاں مسئلہ صرا یادداشت کا نہیں ہے بلکہ مسئلہ ان کا خوف اور بے سمتی ہے:

> "پھر سب تعجب میں پڑ گئے۔ عجیب بات ہے کہ وہ کوئی بھی نہیں تھا۔ ایک نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو دیکھا۔ سب کی آنکھوں میں حیرت تھی اور خوف تھا اور گم سے بیٹھے تھے، ایسے جیسے اب کبھی نہیں بولیں گے۔"3

کہانی میں اگر اس خوف اور بے سمتی کا احساس نہ ہوتا تو یہ افسانہ ایک بڑا افسانہ ہرگز قرار نہ دیا جا سکتا۔ یہاں انھی عناصر نے کہانی کی تشکیل میں معاونت کی ہے۔ یہ کہانی تشکیل کے اعتبار سے کچھ پیچیدہ ہے۔ سلیم الرحمان صاحب نے انتظار صاحب کے اس نوع کے افسانوں پر لکھا ہے:

> "اب انتظار حسین کی توجہ اپنے عہد کے سیاسی سانحوں، قدروں کے زوال اور قوائے عمل کے شل ہو جانے پر ہے۔ یہ صورت حال ان کی دو حالیہ کہانیوں وہ جو کھوئے گئے اور شہر افسوس میں نظر آتی ہے۔ ان کے کردار بھی اپنے نام کھو چکے ہیں۔ یہ ایک ایسی جلتی ہوئی آگ ہے جہاں ہر شخص بھاگ رہا ہے اور امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ ماحول میں خوف، شک و شبہ اور بے مقصدیت طاری ہے زمان و مکان کے تناسب کا احساس ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ انسانی وجود بھی اپنی مرضی پر منحصر نہیں"۔4

"شہر افسوس" بھی اسی نوع کا افسانہ ہے۔ یہاں تین کرداروں کے مکالموں سے ہجرت اور تقسیم کے فسادات کی کہانی سامنے آتی ہے۔ سب اپنے کیے پر افسردہ ہیں اور اپنے مسخ چہرے لیے افسوس کے ایک شہر میں بند ہو گئے ہیں جہاں سے باہر کا رستہ کوئی نہیں ملتا۔ یہاں ڈر اور خوف ہر جگہ پر ساتھ ہیں۔ واقعے کے ہر پڑاؤ پر خوف اور دہشت کا ڈیرا ہے۔ لوگ گھبرائے، لاپتا، پریشان اور بے سمت ہیں:

> "چھپتا چھپاتا خراب و خستہ ہو کر آخر اس کوچے میں پہنچا، جہاں میرا گھر تھا۔ اس کوچے میں خوف کا ڈیرا تھا۔ اب دونوں وقت مل رہے تھے اور یہ کوچہ کہ شام پڑے یہاں خوب چہل پہل رہتی تھی، بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔5

"شرم الحرم" افسانہ ہمیں انتظار حسین کے فن کی وسعتوں اور ان کی تخلیقیت کا بے پناہ قائل کر دیتا ہے۔ افسانہ جنگ کی خبروں پر بنا گیا ہے۔ یہ برصغیر کے مسلمانوں کے طرز احساس پر تعمیر ہوا ہے اور خلافت کے دیرینہ تصور پر افسانے کی اساس ہے۔ جنگ عظیم اول کے بعد مسلمانوں کا ایک بڑا دکھ اسی خلافت سے محرومی تھی۔ مذہبی حلقوں میں اس محرومی کا احساس زیادہ رہا۔ یہ افسانہ اس طویل جنگ کے آغاز پر بنیاد رکھتا ہے۔ منظر یہ ہے کہ فلسطین میں جنگ چھڑ گئی ہے، عرب بھی فلسطینیوں کی مدد کو آئے ہیں اور ایک ایک گھنٹے بعد جو خبریں مل رہی ہیں ان پر مسلمانوں کا رد عمل کیا ہے، یہی افسانہ دکھاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ ابھی خلافت کو ختم ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے اور مسلمان ذہنی اور جذباتی طور پر اسی نظام سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ مٹتے ہوئے نظام کی باقیات تھیں۔ اب جو یہ بھی مٹ رہی ہیں تو اسے ہاتھوں سے جاتے دیکھ کر مسلمانوں کو اپنے پرانے زخم بھی یاد آ گئے ہیں۔ غرناطہ، اشبیلیہ، بغداد، قسطنطنیہ، اور بہت سے شہر جو ہمارا ورثہ تھے، مگر اب ہمیں ان پر اختیار نہیں رہا۔ بیت المقدس بھی اسی نوع کا اثاثہ ہے جس پر غیروں کا قبضہ ہے۔ افسانے میں ملنے والی خبریں مسلمانوں کی پسپائی اور ہتھیار ڈال دینے سے جڑی ہیں لہذا سب دکھی ہیں۔ ان خبروں پر رد عمل کو انتظار حسین نے بڑی خوبی سے وجودیت کے مسئلے سے جوڑ دیا ہے۔ یہیں سے وہ اپنے ہونے اور نہ ہونے کے حوالے سے شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مصنف نے کئی متون سے بہت مدد لی ہے جیسا کہ:

> "اور انھوں نے روایت یوں نقل کی کہ وہ شخص قبیلہ دان سے اٹھے گا اور یروشلم کے دروازوں پر ظاہر ہو گا۔ اس کی ایک آنکھ خراب ہو گی اور ہرا کپڑا اس پر پڑا ہو گا اور بیت المقدس اس کے ہاتھوں بے حرمت ہو گا۔ وہ اونچے گدھے پر سوار ہو گا اور حرم کے دروازوں تک پہنچے گا۔"6

افسانے میں قرآنی آیات اور حدیث کی روایت سے بھی کام لیا گیا ہے۔ بیت المقدس سے مذہبی وابستگی اور مسلمانوں کے بڑے علمی و تہذیبی مراکز سے بھی عقیدت خاص معانی رکھتی ہے۔ افسانے میں کوئی سن تو ذکر نہیں کیا گیا البتہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ 1967 کا زمانہ ہے۔ ایک اور نکتہ یہاں توجہ چاہتا ہے۔ مذکورہ بالا تینوں افسانوں میں موضوعاتی مماثلت ہے۔ تینوں افسانوں میں ایک بزرگ کا کردار قدر مشترک کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بزرگ دیگر کرداروں کو کوئی نکتہ سجھا کر روپوش ہو جاتا ہے۔

"کانا دجال" افسانہ تہذیبی نقوش بھی دکھاتا ہے اور شرفا میں نئی نسل کی تربیت اور اس کی ذہن سازی میں مذہبی عقائد کی بابت ہماری بزرگ نسل کے رویے دکھایا ہے۔ افسانے کے آغاز میں جوان عربی میں خبروں کا ذکر کرتا ہے سو گمان غالب ہے کہ یہ عرب اسرائیل جنگ، فلسطین ہی سے جڑی ہو گی۔ پھر جرنیل کا ایک آنکھ سے کانا ہونا، بھی اسی جنگ کا اشارہ ہے۔ طرابلس کی جنگ کے دوران ہندو مسلمانوں کی خدمات اور مسلمانوں کی مدد کی کوششیں افسانے میں خاص جگہ پا گئی ہیں۔ رئیس الاحرار، خلافت والا مولوی، ظفر علی خان کا ذکر کیا گیا ہے۔ سب کردار خوف زدہ ہو گئے ہیں۔ یہ ویسی ہی خوفناک فضا ہے جیسی ان کے معروف افسانوں "شہر افسوس"، "ہمسفر" اور "سفر منزل شب" وغیرہ میں دیکھی گئی ہے۔ خوابوں کا بھی اس افسانے کی فضا بنانے میں بڑا کردار ہے۔ خواب بھی خوف پیدا کرنے والے ہیں۔ خواب اور حقیقت، ماضی کی چند یادوں کے سہارے پر کہانی بنی گئی ہے۔ یہاں نئی نسل، نئی روشنی کے پرستار اور بزرگ نسل کے ذہنی افتراقات بھی دکھائے گئے ہیں۔ ہجرت، اور تقسیم ایسا بڑا واقعہ تھا کہ اس نے لوگوں کے سوچنے کے انداز اور ذہنی وابستگیوں تک کو بدل ڈالا ہے۔ بزرگ نسل کانے دجال سے خوف زدہ ہے اور نئی نسل کو صرف حیرت۔ محسن ماضی اور مستقبل کے درمیان خود کو معلق پاتا ہے۔ لگتا ہے ساری مسلمان امت ہی ماضی میں ذہنی طور پر اور حاضر میں حقیقی طور پر ہے سو اسی تضاد نے انھیں ذہنی اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔

"سیڑھیاں" افسانے میں بھی خواب اور خوف سے افسانے کی تعمیر میں کام لیا گیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نوجوان اپنا اور اپنی ماں کا خواب اور ان سے منسوب چند تعبیریں بیان کرتا ہے۔ اس بیان کے دوران ہی خوف کرداروں پر سوار رہتا ہے اور پھر انھیں نیند نہیں آتی۔ اس افسانے میں خواب اور بچپن کی یادوں نے ایک حیرت پیدا کی ہے اور اسی حیرت میں خوف کی آمیزش ہے۔ افسانہ معلوم ہوتا ہے کہ دو سطحوں پر متوازی چل رہا ہے۔ یہاں انتظار حسین کے افسانے "آخری موم بتی" کی یاد بھی آتی ہے۔ فضا اور ماحول جب یادوں کا بیان ہو رہا ہے، بالکل مذکورہ افسانے سے مماثل لگنے لگتی ہے۔

انتظار حسین ہی کا ایک افسانہ "سفر منزل شب" ہے۔ یہاں ایک دوسرے پر شک اور بے سمتی، بے اعتباری کرداروں کے مابین موجود رہی ہے۔ افسانہ ہمیں جتاتا ہے کہ ایک واقعہ کس طرح فرد کے اعتقادات اور اس کے اندر کی دنیا ہلا کے رکھ دیتا ہے۔ کئی دوست ایک سفر پر نکلے ہیں مگر کوئی بھی ایک دوسرے پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں۔ سب کو ایک دوسرے پر شک ہو رہا ہے۔ جو مشکوک ہو جاتا ہے وہ قافلے سے الگ ہو کر سفر کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح دو دوست رہ گئے اور وہ بھی شک ایک دوسرے پر رکھتے ہیں۔ یہاں بھی ایک خوف ہر کردار پر طاری رہتا ہے۔ ہر فرد خوف زدہ ہے کہ کہیں وہ سب کی نظروں میں مشکوک نہ ہو جائے:

> "ہاں عجیب بات ہے مگر شاید اتنی عجیب بات بھی نہیں ہے۔ ایسے میں تو ہر بات ہی سے شک پیدا ہوتا ہے' اور یہ کہتے ہوئے کیسی کیسی گھڑی عبید کے دھیان میں آئی کہ جب ایک دم سے وہ سب ایک دوسرے کے لیے مشکوک ہو گئے تھے۔ کوئی چپ ہونے پر مشکوک ٹھہرا، کوئی بول پڑنے پر۔ کسی پر شک کہ خبر سن کر اتنا بوکھلا کیوں گیا؟ کسی پر شک کہ خبر سن کر اسے سانپ کیوں سونگھ گیا؟ کسی کے باخبر ہونے سے شک پیدا ہوا کہ اسے کیسے پتا چل جاتا ہے؟ کسی کی بے خبری نے شک میں ڈالا کہ کہیں وہ جان کر تو بے خبر نہیں بن رہا۔ شکوک و شبہات کی دھند کتنی پھیلتی کہ دوست دوست کو نہ پہچان پاتا"۔7

cc BY

بے سمتی اور بھٹکتے رہنے کا احساس ان کے افسانے "اندھی گلی" میں بہترین طرز پر ابھارا گیا ہے۔ نوجوان اپنے دوست کے ہمراہ اپنے پرانے چھوڑے گئے مکان (پیلی حویلی) کی تلاش میں نکلتا ہے تو رستہ بھٹک جاتا ہے اور دوسرے راہگیروں سے دونوں گھبرائے ہوئے رستہ نہیں پوچھتے کہ جانے راہگیر (مسلمان ہو یا ہندو) اعتبار کے لائق بھی ہے یا نہیں۔ اسی طرز پر بھٹکتے اور چلتے رہتے ہیں۔ سب گلیاں انھی کبھی دیکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور کبھی اجنبیت اور ناشناسائی کا احساس ہوتا ہے۔ لگتا ہے کہ بے سمتی اور رائیگانی ان کا مقدر بن گئی ہے۔ یہی افسانے کی اساس ہے۔ قاری افسانے کی قرات کے دوران خود خوف زدہ ہو جاتا ہے کہ اب ان کا انجام کیا ہو گا۔ کہانی کا پس منظر دوستوں کی اس بات چیت سے واضح ہوتا ہے:

> "مسلمان ہونے کے باوجود ہمارے اور ان کے درمیان فاصلہ بہت تھا۔ زبان کا فاصلہ، تہذیب کا فاصلہ۔ ہم نے اس فاصلے کو پاٹنے اور انھیں جاننے کی کوشش نہیں کی۔ نہ انھوں نے ہمیں جانا، نہ ہم نے انھیں پہچانا۔ نعیم پھر تلخ سی ہنسی ہنسا۔ ہابیل قابیل تو ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ ان کی زبان ایک تھی، ان کی تہذیب ایک تھی، پھر کیا ہوا؟8

ممکن ہے یہ افسانہ سقوط بنگال سے تعلق رکھتا ہو بہر حال مصنف نے واضح نہیں کیا۔ انتظار صاحب نے صرف تین کرداروں سے افسانے کی پوری فضا میں ناامیدی اور دہشت دکھائی ہے یہی ان کا کمال ہے۔

"رات" افسانے میں خوف اس بات کا ہے کہ ہم نے اپنی زبانیں دیوار چاٹنے میں صرف کر دیں اور یوں کلام کرنا ہی بھول گئے۔ یہ خوف کم اور رائیگانی کا دکھ زیادہ ہے۔ "دیوار" افسانے میں خوف سے بہت زیادہ کام لیا گیا ہے۔ یہاں دیوار (دیوار قہقہہ) کے پار دیکھنے والے ہنسنے لگتے ہیں پھر دیوار انھیں اپنی سمت کھینچ لیتی ہے اور یوں وہ اسی دیوار کے دوسری جانب لاپتا ہو جاتے ہیں۔ دیوار کی یہ روایت تاریخی تو نہیں ہے البتہ اساطیری نوعیت کی روایت ہے جس پر انتظار حسین نے افسانہ تعمیر کیا ہے۔ جبران، عسائیل، مندریس اور عمیر دیوار کے دوسری جانب کی جستجو میں مبتلا ہیں مگر دیوار انھیں کھینچ لیتی ہے اور دوسری جانب دیکھتے ہی ان پر پہلے تو ہنسی کا دورا سا پڑتا ہے اور پھر دیکھنے والا پاگلوں کا سا ہنستا ہوا، وحشت زدہ دیوار کے دوسری جانب چلا جاتا ہے۔ دیوار یہاں دہشت کا نشان بن گئی ہے۔ اس افسانے کی بابت مجید مضمر نے اپنے مضمون "انتظار حسین کا فن" میں لکھا ہے:

> سد سکندری کو دیوار قہقہہ بھی کہتے ہیں اور اس معنی میں یہ تلمیح انتظار حسین کے افسانے دیوار میں عصری حقیقتوں کے تناظر میں استعمال ہوئی ہے۔ اس میں نہ دیوار چاٹنے کا عمل ہے اور نہ ہی یاجوج ماجوج ہیں۔ مختلف کرداروں جبران، عمیر، عسائیل، مندریس اور عماسہ کے ذریعے یاجوج ماجوج کے دیوار چاٹنے کا ذکر آیا ہے لیکن اس کی حیثیت ثانوی ہے۔ اس افسانے کی پوری فضا دہشت، حیرت اور جہد لاحاصل کی ہے۔9

کچھ افسانے جہاں انتظار صاحب نے اساطیری روایات سے قصہ لیا ہے وہ بھی خوف اور دہشت سے مملو ہیں۔ ایسا ایک افسانہ "کایا کلپ" ہے۔ شہزادی جو شہزادے کو ہر رات مکھی میں بدل دیتی ہے کہ دیو اسے کھا نہ جائے:

> "شہزادہ دنوں اس فکر میں غلطاں رہا کہ کسی تدبیر سے قلعے سے نکلے اور سمندر پار جا کر طوطے کی گردن مروڑے اور شہزادی جب اسے زیادہ فکر میں غلطاں دیکھتی تو شکوے شکایت کرتی کہ تیری محبت سرد ہے، تو مجھ سے دغا کیا چاہتا ہے اور شہزادہ کہ شہزادی کی محبت میں دیوانہ تھا سو سو طرح سے اسے اپنی وفا کا یقین دلانے لگا اور ان شکوؤں اور صفائیوں میں دیو کی قید سے رہائی کا سوال رفت گذشت ہو گیا۔"10

اس افسانے میں خاص بات یہ ہے کہ انتظار صاحب نے خوف کا انسانی شخصیت پر اثر مرحلہ وار ہوتا ہوا دکھایا ہے۔ پہلے شہزادہ دیو سے خوف زدہ تھا پھر شہزادی کی شکایتوں نے اسے مکھی بنے رہنے پر مجبور کیا اور رفتہ رفتہ وہ ڈرتا ڈرتا آخر کار ہمیشہ کے لیے مکھی میں بدل دیا۔ مصنف نے لکھا ہے کہ شہزادہ مکھی سے انسان میں بدلتا تو زمین پر کتنی ہی دیر نڈھال پڑا رہتا اور اس پر ضعف طاری رہتا۔ وہ اس کشمکش میں رہتا کہ واقعی وہ انسان کی جون میں واپس آ گیا ہے یا نہیں۔ اس پر یہ الجھاوا اور خوف اتنا طاری ہوا کہ ایک روز وہ انسان میں بدل ہی نہ سکا۔ افسانہ ہمیں خوف کے اثرات کو ایک شخصیت پر وارد ہوتے ہوئے دکھاتا ہے، یہ اس کی اضافی خوبی ہے۔ خوف اور ڈر کے زیر اثر کیسے شخصیت کچل کر ایک مختلف قالب اختیار کر لیتی ہے، یہی افسانے کا موضوع ہے۔ اس افسانے پر گوپی چند نارنگ نے اپنے مضمون "انتظار حسین کا فن" میں لکھا ہے:

> "یہ کہانی خوف کی نفسیات کو پیش کرتی ہے اور خوف و دہشت کے فشار سے انسانی شخصیت کس طرح پچک جاتی ہے، اس کیفیت کو تمثیلی سطح پر پیش کرتی ہے۔"11

شہزاد کی موت: انتظار حسین کا خوف سے ابھرا ایک افسانہ "شہزاد کی موت" ہے۔ اس افسانے میں افسانہ نگار نے خوف کے ایک مثبت اور تعمیری پہلو سے ہمیں متعارف کرایا ہے۔ کہانی انتظار حسین نے داستانوی طرز پر تشکیل دی ہے۔ الف لیلی کی کہانیوں لکھنے اور خلق کرنے والی شہرزاد کے سر پر موت کا خوف منڈلاتا رہتا تھا۔ ب یہ افسانہ مصنف نے داستان الف لیلی کے کردار شہرزاد پر لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ شہرزاد انتظار صاحب کا خلق کردہ کردار نہیں ہے۔ شہرزاد کی داستان اپنے طور پر مکمل ہے۔ مصنف نے اس ہی قدیم کہانی کی توسیع کی ہے اور اسے آگے بڑھایا ہے۔ ایک دن شہرزاد کو اپنی بہن دنیازاد کے اصرار پر یاد آتا ہے کہ اس کے پاس کہانیوں کا جو ذخیرہ تھا اسے اپنے پوتے پوتیوں کو وہ کہانیاں سنانی چاہئیں۔ سو جب وہ سب بچوں کو لے کر بیٹھتی ہے تو اسے کچھ یاد نہیں آتا، ایک کہانی شروع کرتی ہے تو اس کے واقعات بھول جاتی ہے، دوسری کہانی کا کچھ حصہ پہلی میں شامل کر دیتی ہے اور پھر کچھ یاد نہ آنے پر خود ہی سے الجھتی رہتی ہے:

CC BY

"بس پھر تو شہر زاد کو مساواتی پر گئی۔ وہ کہانی یاد کرنے کی کوشش کرتی۔ اسے تو کہانی یاد ہی نہ آتی۔ اس کی فرمائش پر دنیازاد کہانی سنانی شرع کرتی۔ بس اس طرح دنیازاد نے ساری الف لیلہ سناڈالی۔"12

یہ افسانہ اصل میں الف لیلیٰ کو توسیع ہے۔ ان کہانیوں کی خالق (داستان کے مطابق، شہرزاد) پر جب خوف طاری تھا اور اسے اپنی جان بچانے کی خاطر کہانیاں کہنی ہی تھیں، سو اسی خوف نے اور زندگی کی آرزو نے اس سے کہانیاں کہلوائیں مگر جب وہ خوف رخصت ہو گیا تو یہ کہانیاں بھی ختم ہو گئیں۔ اس افسانے میں خوف کے صحت مندانہ پہلو کی تصویر دکھائی گئی ہے۔ مصنف نے بتایا ہے کہ بعض اوقات خوف اور دہشت سے کوئی مثبت کام بھی نکل ہی آتا ہے۔ شہزادی وہی ہے جس نے ایک ہزار ایک کہانیاں لکھیں مگر وہ جب اس مقصد سے محروم ہو گئی جس نے اس سے کہانیاں لکھوائی تھیں تو وہ اور اس کی خلاقی، اس کی کہانی کہنے کی طاقت بھی رخصت ہو گئی۔ شہزادی بادشاہ کے اصرار پر اپنی پریشانی ظاہر کرتے رو ہی پڑتی ہے:

"اے بادشاہ! اے مرے سرتاج! شہر زاد غم زدہ آواز میں بولی: تو نے میری جان تو بخش دی مگر مجھ سے میری وہ کہانیاں چھین لیں۔ مگر میں تو انھی کہانیوں میں زندہ تھی۔ وہ کہانیاں ختم ہوئیں تو سمجھو کہ میری کہانی بھی ختم ہو گئی۔"[13]

خواب اور تقدیر: اس افسانے میں مصنف نے کہانی تو عرب روایت سے لی ہے مگر اس کو جو نئے معانی دئے گئے ہیں وہ خالصتاً افسانہ نگار کے اپنے پیدا کردہ ہیں۔ یہاں مسلمانوں کی ذہنی تعبیر اور ان کی حقیقی دنیا میں تضاد دکھایا گیا ہے۔ یعنی مسلمان اپنی ذہنی اپچ کے اعتبار سے بلند ہونا چاہتے ہیں مگر انھیں معاشی مسائل تعبیر تک پہنچنے نہیں دیتے۔ یہاں افسانے میں فضا ساری عرب قصے کہانیوں کی سی ہے۔ ناقوں پہ سوار جوان اور دوسرے کردار سب عرب ہی لگتے ہیں۔ مسافرت کی فضا انتظار حسین کے کئی افسانوں میں نظر آتی ہے۔ بے سمتی اور سفر کی رائیگانی اس افسانے کا حاصل بھی ہے۔ اس افسانے میں خوف ہر مقام پر فضا میں موجود رہا ہے۔ خوف اس کہانی میں بھی ماخوذ قصے ہی کا حصہ ہے:

"میں یہ نقشہ دیکھ کر وہاں سے پھرا اور خیاباں خیاباں پریشان پھرتا پھرا۔ لگ رہا تھا کہ میں کوفے میں نہیں ہوں، خوف کے صحرا میں بھٹک رہا ہوں۔"14

اس شہر میں بولنے والے ناحق مارے جاتے ہیں اور سچ کا ساتھ دینے والے موت کے خوف سے چپ ہو گئے ہیں۔ اس فضا سے تنگ آکر سب دوست اس شہر سے ہجرت کرنا چاہتے ہیں مگر ان کے سفر پر بھی پہرہ ہے:

"اور میں منصور بن نعمان الحدیدی افسردہ ہو کر بولا: ہاں! مکہ ہمارا خواب ہے۔ کوفہ ہماری تقدیر ہے۔ اور ہم تھک ہار کر واپس کوفے آگئے۔"15

اس نوع کے افسانوں میں مصنف نے خاص طور پر یہ تکنیک استعمال کی ہے کہ وہ سفر کے تلازمے لے کر آتے ہیں۔ دکھاتے ہیں کہ موجودہ کیفیت سے کردار نکلنا چاہتے ہیں مگر تدبیر کوئی بھی کارگر نہیں ہوتی۔ کبھی سفر کی سمت کا پتا نہیں چلتا اور کبھی سفر پر نکل کر نامرادی اور مایوسی کا سامنا ہوتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہوا ہے۔ یہ افسانہ اور کرداروں کے نام خالص عربی ہیں۔ چوں کہ کہانی عرب کی ہے سو یہاں کردار بھی عرب ہی کے ہیں۔ نام، گفتگو اور ترجیحات بھی اسی طرح کی ہیں۔

انتظار صاحب کے ہاں ایسی کہانیاں بھی ہیں جو ہندی اساطیر اور جاتکوں وغیرہ سے اخذ کی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ تماثیل بھی ہیں۔ جانوروں کی تمثیلوں سے انتظار صاحب نے بہت کام بھی لیا ہے۔ انتظار حسین نے اپنے خوف پر مشتمل افسانوں میں خوف، بے سمتی اور سفر کی رائیگانی دکھانے کے لیے رات اور اندھیرے کا بھی بہت استعمال کیا ہے۔ فضا میں تاریکی، آوازوں کا وقت بے وقت ابھرنا اور تعاقب کرنے پر کسی کا نہ ملنا بھی کرداروں کو خوف زدہ کر رہا ہے۔ انتظار حسین کے فیض کے دریا پاکستان میں آکر خشک ہو گئے، اس احساس نے بھی ان افسانوں کی تحریک پیدا کی یہ ہر حال انتظار حسین صاحب نے جس کمال اور فنکاری سے ان موضوعات کو اپنے افسانوں کی اساس بنایا ہے یہی ان کی بقا کی دلیل ہے۔

حوالہ جات

1.https//www.britainnica.com>fear

2. https//dictionary.cambridge.org

3۔ انتظار حسین "وہ جو کھوئے گئے" مشمولہ مجموعہ انتظار حسین۔ سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور:2020، ص489

4۔ سلیم الرحمان "انتظار حسین ایک دبستان" مرتبہ: ارتضی کریم۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی:1978، ص577

5۔ انتظار حسین "شہر افسوس" مشمولہ مجموعہ انتظار حسین۔ محولہ بالا، ص615

6۔ انتظار حسین "شرم الحرم" مشمولہ مجموعہ انتظار حسین۔ محولہ بالا، ص543

7۔ انتظار حسین "سفر منزل شب" مشمولہ انتظار حسین۔ محولہ بالا، ص751

8۔ انتظار حسین "اندھی گلی" مشمولہ: مجموعہ انتظار حسین۔ محولہ بالا، ص606

9۔ مجید مضمر "انتظار حسین کا فن" مشمولہ: انتظار حسین ایک دبستان۔ محولہ بالا، ص653

10۔ انتظار حسین "کایا کلپ" مشمولہ: مجموعہ انتظار حسین۔ محولہ بالا، ص424

11۔ گوپی چند نارنگ "انتظار حسین کا فن" مشمولہ: انتظار حسین ایک دبستان"۔ محولہ بالا، ص157

12۔ انتظار حسین "شہر زاد کی موت" مشمولہ؛ مجموعہ انتظار حسین۔ محولہ بالا، ص1025

13۔ انتظار حسین "شہر زاد کی موت" مشمولہ؛ مجموعہ انتظار حسین۔ محولہ بالا، ص1026

14۔ انتظار حسین "خواب اور تقدیر" مشمولہ؛ مجموعہ انتظار حسین۔ محولہ بالا، ص708

15 انتظار حسین "خواب اور تقدیر" مشمولہ؛ مجموعہ انتظار حسین۔ محولہ بالا، ص711

CC BY